چاہیے۔ گھروں میں تلاوت کی آواز پہنچ رہی ہو تو حتی الامکان سننے کی کوشش کی جائے، اور امام صاحب سے گزارش کی جائے کہ وہ اس سلسلہ میں سپیکر کا استعمال مسجد تک محدود کر دیں۔
(عبد المالک)

جماعت اسلامی جمہوریت پر یقین رکھتی ہے، اس بنیاد پر مجھے امید ہے کہ یہ میرا جواب شائع کر دیا جائے گا۔

اگست کے ترجمان القرآن میں آپ کے جواب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سالگرہ تقریبات آپ کے نزدیک اسلامی طریقہ سے سادگی سے منائی جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تقریبات کس کی ایجاد ہیں؟ اگر یہ مسلمانوں کا رواج رہا تھا تو پھر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سالگرہ کی تقریبات جائز ہیں، نمائش دکھاوے کے بغیر اسلامی طرز پر سادگی سے یہ تقریب منائی جائے۔ لیکن میرے نزدیک شادی بیاہ کی سالگرہ، بچوں کی سالگرہ کی تقریبات مشرکوں کی ایجاد اور فعل ہے، جنھوں نے دنیا کی زندگی کو کھیل تماشا سمجھ رکھا ہے۔ ان کی نقل انسان کو دنیا ہی میں جہنم رسید کر دیتی ہے۔

کافروں اور مشرکوں کے ہر عمل کی آنحضورؐ نفی کرتے تھے۔ مثال کے طور پر عیسائی سفید داڑھی رکھنا اچھا سمجھتے تھے، آنحضورؐ نے کہا داڑھی کو رنگ کرو۔

اسلام کے اندر تیسری راہ کی گنجائش نہیں ہے، اسلام صرف دو ہی راہ بتاتا ہے۔ ایک صحیح اور دوسری غلط۔ گول مول سیاسی باتوں سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تیسری راہ صرف باغی عالم کی ہوتی ہے، جو علم ہونے کے باوجود حقیقت کو مسخ کر کے پیش کرتا ہے۔ لوگوں کی رعایت اور اپنے نفس کے فائدہ کے لیے۔ یہودی ہفتہ کے دن مچھلی پکڑنے کے بجائے جال پھینک دیتے تھے اور اتوار کے دن شکار گھر لاتے تھے۔ یہ تیسری راہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم اپنی مرضی سے مانیں گے۔

حرام چیزوں کی گرہ کھولنے کے لیے سوالات وہی کرتے ہیں جن کے دل میں روگ اور بیماری ہوتی ہے، جو دین کی حرام کردہ باتوں میں راہ تلاش کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل نے گائے کو ذبح کرنے سے بچنے کے لیے سوالات کی بوچھاڑ صرف خدا کے حکم کو ٹالنے کے لیے کی تھی۔

آپ کے اس جواب سے وہ لوگ جو سالگرہ کی تقریبات دل میں چور رکھ کر مناتے تھے، اب سکون کے ساتھ دل کی تسلی سے منا سکیں گے۔ اگر یہ عمل خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوا تو آپ ثواب کے حق دار ہوں گے، ورنہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو معاف کر دیتا ہے۔

میرے نزدیک اصل اہمیت اس اختلاف کی نہیں ہے کہ سالگرہ جیسا فعل فی نفسہ مباح ہے، یا ایسا حرام کہ جہنم رسید کر دے۔ بلکہ اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم شریعت کے حکم کے بارہ میں رائے قائم کرنے اور اس کے اظہار میں، تشریح اور افتا کے بنیادی اصولوں کی پابندی کریں۔ ان اصولوں کا

فہم نہ ہو' اور ان کی خلاف ورزی ہو' تو دین میں غلو' تشدد اور تحریف کا راستہ کھل جاتا ہے' شریعت اصر و اغلال (بوجھ اور بیڑیوں) کا مجموعہ بن جاتی ہے' اور اختلاف' افتراق و فساد میں بدل جاتا ہے۔ میرے جوابات کا مقصد حکم شرعی کے بارہ میں فتویٰ نہیں' حکمت شرعی کی تعلیم ہوتا ہے۔

سب سے بنیادی اصول یہ ہے کہ تحریم و تحلیل کا اختیار صرف اللہ اور اس کے رسول کو حاصل ہے۔ اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں کہ انسان ایسے ہی زبان ہلا دے کہ یہ حرام ہے اور یہ حلال' الا یہ کہ اس کے پاس مضبوط سند ہو۔ کسی انسان کی فہم' رائے یا اجتہاد کو منشائے الٰہی کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا' سوائے اس کے رسول ؐ کے۔ اسی لیے ہر مفتی اپنے فتویٰ کے ساتھ یہ ضرور لکھتا ہے کہ "یہ میری رائے ہے' اور صحیح علم تو اللہ کے پاس ہے"۔ اسی لیے سلف حرام و حلال کے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے یہ کہتے کہ "یہ میرے نزدیک پسندیدہ ہے' یہ مجھے پسند نہیں۔" جہاں وہ حرمت کے قائل بھی ہوتے' وہاں بھی اکثر وہ صرف مکروہ کہنے پر اکتفا کرتے۔

دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ سب اشیا و معاملات اصلاً مباح ہیں' الا یہ کہ ان کی حرمت ثابت ہو۔ حرمت ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے' حلت اور اباحت ثابت کرنے کے لیے نہیں۔

تیسرا اہم اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض' محرمات اور حدود کا تعین ضرور کیا ہے' لیکن بے شمار اشیا و معاملات میں "اس نے خاموشی اختیار کی ہے' ہمارے اوپر رحمت کی خاطر' نہ کہ اس لیے کہ اس سے بھول چوک ہو گئی۔ ان چیزوں میں کھوج کرید کرنا منع ہے" (دارقطنی)۔ جو شخص خواہ مخواہ سوال اور بحث سے ایسی چیز کو حرام کر دے' جو حلال ہو' (یا اس چیز کو فرض کر دے جو فرض نہ ہو)' وہ "مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم" قرار دیا گیا ہے (بخاری، مسلم)۔ اس لیے جہاں شارع نے خاموشی اختیار کی ہے وہ مباح ہے' اور مباح کا دائرہ غیر محدود ہے' الا یہ کہ نص شرعی کے تحت محدود ہو۔

اس لیے تیسرا اہم اصول یہ ہے کہ حلال کو حرام کر دینا اتنا ہی سخت قابل اجتناب ہے جتنا حرام کو حلال کرنا۔ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اسی لیے فرمایا گیا ہے' اور یُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰت کا فریضہ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا۔

کوئی چیز اس لیے نہیں حلال ہو جاتی کہ مسلمانوں کی ایجاد و رواج ہے' نہ اس لیے حرام ہو جاتی ہے کہ کافروں (اہل کتاب ہوں یا مشرک) کی ایجاد ہے۔ حضور ؐ نے جاہلیت کے تمدن و معاشرت اور رسوم و رواج میں ان چیزوں کو برقرار رکھا جن میں کوئی قباحت نہ تھی' جن میں اصلاح کی گنجائش تھی' ان کو اصلاح کر کے برقرار رکھا' اور صرف انہی چیزوں کو ختم کیا جو فی نفسہ مفسد تھیں یا ذریعہ فساد۔ اس

کی بے شمار مثالیں ہیں جن کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ ؐ یہود و نصاریٰ کی ان چیزوں کی بھی پیروی فرماتے جن میں قباحت نہ ہوتی، یا جب تک آپ کو ان کے متبادل کوئی چیز نہ دے دی جاتی، مثلاً قبلہ اور عاشورہ کا روزہ۔ آپ کو یہودیوں کی تجہیز و تکفین رسوم کا علم ہو تو آپ ہماری ان سے مماثلت پر تعجب کریں گے۔

یہ بات درست نہیں کہ شریعت صرف دو ہی راہیں بتاتی ہے: ایک صحیح اور دوسری غلط (یعنی حلال یا حرام)۔ آپ جانتے ہیں کہ فقہا کے نزدیک تین راہیں اور ہیں: مستحب، مکروہ اور مباح۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے بارہ میں دو میں سے ایک ہی رائے صحیح ہو سکتی ہے، اور جو اس کے خلاف رائے رکھے وہ باغی ہے اور اپنے نفس کے فائدہ کی خاطر حقیقت کو مسخ کر رہا ہے، اور جو میری رائے ہے بس وہی حق ہے، تو یہ بھی درست نہیں۔ صحابہ کرام اور سلف کے درمیان اکثر باتوں میں اختلاف موجود تھا، ایک گروہ کی رائے میں ایک رائے صحیح تھی تو دوسرے گروہ کی رائے میں دوسری صحیح۔ خلافت کا حق کسے حاصل ہے، معراج جسمانی تھی یا روحانی، ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں، کس چیز سے وضو ٹوٹتا ہے اور کس سے نہیں، شطرنج حرام ہے یا مباح --- ایک نہیں، لاتعداد مسائل ہیں جن میں آپ یہ اختلاف رائے پائیں گے۔ مگر وہ ایک دوسرے پر دل کے روگ کا الزام نہیں لگاتے تھے، نہ ان کو جہنم رسید کرتے تھے، نہ ان کو دعوت توبہ دیا کرتے تھے۔ خود حضور ؐ کے سامنے صحابہ ؓ نے آپ ؐ کے ایک ہی حکم کی دو مختلف تعبیریں کیں اور حضور ؐ نے کسی کو غلط نہیں قرار دیا۔

یہ صحیح ہے کہ بنی اسرائیل نے گائے کے بارہ میں سوالات کی بوچھاڑ خدا کا حکم ٹالنے کے لیے کی تھی، مگر آپ نے یہ غور نہیں کیا کہ ہر سوال کے نتیجہ میں انھوں نے اپنے لیے کون کون سی "حلال گائیں" حرام کر لیں۔ پہلے ہر کم عمر اور بوڑھی گائے، پھر زرد رنگ کے علاوہ ہر رنگ کی گائے، پھر ہر ہل چلانے والی اور پانی کھینچنے والی گائے۔ اگر وہ پہلے ہی حکم کی تعمیل کر دیتے اور بحث و تمحیص میں نہ پڑتے، تو جس گائے کی بھی قربانی کر دیتے، حکم کی تعمیل ہو جاتی۔ گویا یہ نہ تھا کہ ایک ہی گائے کی قربانی "صحیح" ہو، ہر گائے کی قربانی صحیح تھی۔

جب انسان، تشریع کے بنیادی اصولوں سے واقف نہ ہو یا ان کو ملحوظ نہ رکھے، اور حق پر اپنی اجارہ داری سمجھے، تو پھر گفتار و روش میں وہ ساری بے اعتدالیاں پیدا ہوتی ہیں جن کی وجہ سے آج امت شریعت کی صاف، آسان اور سیدھی راہ سے ہٹ گئی ہے، اور سید نا مسیح ؑ کے الفاظ میں شریعت ایک ایسا بوجھ بنا دی گئی ہے جس کو اٹھانا ایک عام آدمی کے بس میں نہیں رہا۔

اسلام کا دین سب کے لیے ہے اور ہر زمانہ کے لیے ہے۔ اس لیے تمدن و معاشرت میں بے شمار رائج طریقوں کو مسلمانوں نے قبول کیا ہے اور برقرار رکھا ہے۔ نوروز کا تہوار ایران میں زمانہ قدیم سے چلا آ رہا تھا۔ یہ دن اسلام کے عہد میں بھی ایران و عراق میں منایا جاتا رہا اور خلافت عثمانیہ کے کئی علاقوں میں اس دن چھٹی کی جاتی رہی ہے۔ اگر آپ ایجاد کی بحث میں جائیں گے تو ان اہل قرآن کی طرح الجھ جائیں گے جنھوں نے نماز کو بھی مجوس کی ایجاد قرار دیا' یا میزان اور بہشت و دوزخ کو زردشت کی تعلیمات کا نتیجہ۔ اگر آج سارے اہل مغرب مسلمان ہو جائیں اور وہ اپنی سالگرہ کی تقریبات کو مفاسد سے پاک کر لیں' تو کیا ہم ان سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ان کو بالکل ترک کر دو ورنہ جہنم رسید ہو جاؤ گے؟

امید ہے آپ ان باتوں پر غور کریں گے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ اپنی رائے پر قائم رہیں تو کوئی ایسی بات نہیں۔ جیسا میں نے لکھا ہے' کئی اہم چیزوں کے صحیح یا غلط ہونے کے بارہ میں صحابہ کرام ؓ اور سلف کے درمیان سنگین اختلافات پائے جاتے تھے' مگر وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ دوسری رائے دین کی حرام کردہ باتوں میں راہ تلاش کرنے کے لیے ہے۔

جماعت اسلامی یقیناً ان معنوں میں جمہوریت پر یقین رکھتی ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی' بالخصوص ریاستی معاملات اور ان کے حکمرانوں کا عزل و نصب ان کی مرضی سے طے ہونا چاہیے۔ مگر اس جمہوریت کا یہ تقاضا نہیں بنتا کہ ترجمان القرآن اپنے ہر مکتوب نگار کا جواب ضرور شائع کرے' پھر تو ہمارا ایک صفحہ بھی باقی نہ بچے گا۔ میں آپ کا خط صرف اس لیے شائع کر رہا ہوں کہ یہ چند اہم بنیادی مسائل کو واضح کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ویسے آپ نے مکتوب الیہ کو خط ملنے اور اس کا جواب پانے سے پیشتر ہی اپنے شہر کے تمام وابستگان تحریک کے درمیان اپنے خط کی نقول تقسیم کر کے اپنا جمہوری حق استعمال کر لیا ہے اگرچہ آداب مکتوب نگاری کا تقاضا یہ تھا کہ آپ مکتوب الیہ کے جواب کے ساتھ اپنے خط کی تقسیم کرتے۔ (خرم مراد)